مذاق کے آداب

امت کے ان افراد کے لئے جو جانتے نہیں کہ ان کا گناہ کیا ہے، ان کی آنکھوں سے پردہ ظلمت فاش کرنے والا خطاب

☆☆☆ **خطاب** ☆☆☆

شیخ مقصود الحسن فیضی

☆☆ **جمع وترتیب** ☆☆

امّ عبداللہ بنت جلیل اُحمد

ⓒ دار الكتاب والسنة، ١٤٣٠هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

فيضي، مقصود الحسن

آداب المزاح./ مقصود الحسن فيضي.- الرياض، ١٤٣٠هـ

٤٨ ص؛ ١٤×٢١ سم

ردمك: ٦ - ١٤ - ٨٠٥١ - ٦٠٣ - ٩٧٨

(النص باللغة الأوردية)

١- الآداب الإسلامية أ- العنوان

ديوي ٢٥٩ ١٤٣٠/٥٢٣٦

رقم الإيداع: ١٤٣٠/٥٢٣٦

ردمك: ٦ - ١٤ - ٨٠٥١ - ٦٠٣-٩٧٨

الطبعة الأولى - شعبان ١٤٣٠هـ

1st Edition Aug. 2009

كِتَابُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ قَوْلِي وَمَا صَحَّتْ بِهِ الآثَارُ دِيْنِي

فَدَعْ مَا صَدَّ عن هذي وَخُذْهَا تَكُنْ مِنهَا عَلَى عَيْنِ اليَقِينِ

دار الكتاب والسنة للنشر الدولي

DAR AL-KITAB WA AL-SUNNA

INTERNATIONAL PUBLISHING HOUSE

G. P. O Box No. 1452 Lahore: 54000 Pakistan

P.O. Box No. 330110 Riyadh: 11373 Kingdom of Saudi Arabia

Tel. +966555281537 - +966561111277 Fax: +96614357322

www.darkitab.com E-mail: info@darkitab.com – sales@darkitab.com

الناشر

دار الكتاب والسنة للنشر الدولي

للتحقيق والتأليف والترجمة والنشر والطباعة

تعتز بخدمة الكتاب والسنة

لصاحبها أرشد بيك مغل

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد لله والصلاة والسلام على خير خلقه محمد ومن والاه ، وبعد !

اللہ تبارک وتعالی نے انسان کی طبیعت کچھ ایسی بنائی ہے کہ اسے مختلف عوارض لاحق ہوتے ہیں، کبھی وہ ہنستا ہے اور کبھی روتا ہے، کبھی الجھن کا شکار ہوتا ہے اور کبھی ہشاش وبشاش دکھائی دیتا ہے، کبھی تنہائی پسند کرتا ہے تو کبھی مجلس تلاش کرتا ہے، انہیں مختلف عوارض میں سے ایک عارضہ یہ بھی ہے کہ وہ بسا اوقات سنجیدگی وحقیقت گوئی سے ہٹ کر ہنسنے ہنسانے اور لہو ولعب کی کچھ باتیں کرنا چاہتا ہے۔

انسان کی اسی طبیعت کے پیش نظر اللہ تعالی نے خوش طبعی وخوش مزاجی کو پسند اور خشک طبعی اور بد مزاجی کو ناپسند فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّواْ مِنْ حَوْلِكَ۔۔ الآية (آل عمران : ١٥٩)

اللہ تعالی کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو وہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔

گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالی کا بہت بڑا احسان یہ ہے کہ آپ کو نرم خو، خوش مزاج، عفو ودرگزر کرنے والا اور لطف ومہربانی سے متصف بنایا اور مسلمانوں پر یہ احسان فرمایا کہ انہیں ایسے رحیم وکریم اور عفو ولطیف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں رکھا، اس مبارک نبی کا ایک طرف یہ حال تھا کہ اس نے اپنی امت کو یہ سبق دیا کہ "و تبسمك في وجه اخيك صدقة "...الحدیث (سنن الترمذی:١٩٥٦، البر والصلۃ، صحیح ابن حبان:٤٧٤، ج:١،ص:٤٦٤)

اپنے بھائی کے سامنے تیرا مسکرا دینا بھی گویا صدقہ کرنا ہے۔

دوسری طرف آپ کی اپنی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:''ما رأیت أحدا اکثر تبسما من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' (مسند احمد: ۴/۱۹۰، سنن الترمذی: ۳۶۴۱، المناقب، الشمائل [مختصر الشمائل: ۱۹۴] بروایت عبداللہ بن الحارث)

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکرانے والا کسی اور کو نہیں دیکھا۔

ایک مشہور صحابی حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے آپ کی اسی عادت مبارکہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ:'' ماحجبنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذ أسلمت ولا رآنی الا ضحك'' [وفی روایة الا تبسم فی وجھی ''(صحیح البخاری: ۳۰۳۵، الجہاد، صحیح مسلم: ۲۴۷۵، الفضائل)

جب سے میں اسلام لایا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے گھر میں داخل ہونے سے کبھی بھی نہیں روکا اور جب بھی آپ مجھے دیکھتے میرے سامنے مسکرا دیتے۔

شرعی حدود میں رہ کر اس خوش مزاجی اور خوش طبعی کی کس قدر اہمیت ہے اس کا اندازہ درج ذیل حدیث سے بآسانی کیا جا سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لائے، دیکھا کہ وہ لوگ آپس میں گفتگو کر رہے اور ہنس رہے ہیں، یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:'' والذی نفسی بیدہ لو تعلمون ما أعلم لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا '' جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم لوگ جان جاؤ تو ہنسو گے کم اور روؤ گے زیادہ، یہ کہہ کر آپ نے لوگوں کو رلا دیا، لوگ رونے لگے اور آپ وہاں سے رخصت ہو گئے ، [اللہ تبارک وتعالی کو اپنے بندوں کے اوپر رحم آیا اور] اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی

فرمائی کہ: یا محمد ! لم تقنط عبادی ؟ فرجع النبی صلی الله علیه وسلم فقال : أبشروا وسددوا و قاربوا"

اے محمد! آپ نے میرے بندوں کو اس قدر مایوس کیوں کر دیا؟ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً واپس آئے اور فرمایا: بشارت ہو، درست راہ چلو اور حق کے قریب ہونے کی کوشش کرو۔ (الأدب المفرد: ۲۵۴، صحیح ابن حبان: ۱۱۳، ۲۱۸/۱، دیکھئے الصحیحہ: ۲۱۹۴)

شاید یہی وجہ تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بیٹھے گفتگو کرتے تو بسا اوقات، عہد جاہلیت کی باتیں کر کے ہنستے، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف مسکرانے پر اکتفا فرماتے۔ (صحیح مسلم: ۶۷۰، المساجد، سنن النسائی: ۱۳۵۹، الافتتاح، مسند احمد: ۹۱/۵، بروایت جابر بن سمرہ)

ان حدیثوں سے اسلام میں خوش طبعی اور خوش مزاجی کی اہمیت واضح ہوتی ہے،

لوگوں کے درمیان اس خوش مزاجی اور خوش طبعی کے متعدد ذریعے ہوتے ہیں ان میں سے ہمارے یہاں سب سے اہم ذریعہ "مذاق" ہے۔ ایک حد میں رہ کر مذاق کرنے کی اسلام نے اجازت دی ہے بلکہ بسا اوقات اسے مستحب قرار دیا ہے، چنانچہ ایک موقعہ پر جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا کہ اے جابر! کیا تم نے شادی کر لی؟ حضرت جابر بن عبد اللہ نے اثبات میں جواب دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ سوال کیا کہ کسی دوشیزہ سے شادی کی یا کسی مطلقہ یا بیوہ سے؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ایک بیوہ سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فهلا بكرا تلاعبها و تلاعبك و تضاحكها و تضاحكك" (صحیح البخاری: ۵۰۷۹، النکاح، و ۵۳۶۷، النفقات، یہ حدیث سنن ابن ماجہ کے علاوہ تمام کتب ستہ میں موجود ہے، دیکھئے جامع الأصول: ۴۳۰/۱۱، ۴۳۱)

تم نے کسی دوشیزہ سے شادی کیوں نہیں کیا کہ وہ تمہارے ساتھ کھیلتی اور تم اس کے ساتھ

کھیلتے، وہ تمہیں ہنساتی اور تم اسے ہنساتے۔

ایک بار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بازار کی طرف نکلے، آپ نے دیکھا کہ زاہر نامی ایک بادیہ نشین صحابی راستے کے کنارے اپنا کچھ سامان رکھ کر بیچ رہے ہیں، آپ نے پیچھے سے تشریف لے جاکر انہیں اس طرح پکڑ لیا کہ وہ آپ کو دیکھ نہ سکے اور کہنے لگے! یہ کون ہے؟ چھوڑ دو مجھے؟ لیکن تھوڑا سا پیچھے کی طرف نظر کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو نرم پڑ گئے اور اپنی پیٹھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے چپکانے لگے، اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا، اس غلام کو کون خریدے گا؟ یہ سن کر حضرت زاہر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! تب تو آپ مجھے بہت ہی مندہ پائیں گے [کیونکہ حضرت زاہر شکل وصورت کے لحاظ سے اچھے نہ تھے] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" لكن عند الله لست بكاسد او قال ـ: " انت عند الله غال "
(مسند احمد: ۳/۱۶۱، الشمائل للترمذی: ۲۲۹، ص: ۲۰۰، صحیح ابن حبان: ۲۲۷۶، الموارد، بروایت انس)

لیکن اللہ تعالی کے نزدیک تم مندہ نہیں بلکہ اللہ تعالی کے نزدیک مہنگے ہو۔

ان دو حدیثوں سے مذاق کے استحباب اور شریعت میں اس کے مقام کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، لیکن آج مسلمان دیگر معاملات کی طرح مذاق کے بارے میں بھی بالکل آزاد ہیں، مذاق کے آداب کیا ہیں؟ مذاق کب جائز ہے؟ مذاق کس کے ساتھ کیا جائے؟ ان چیزوں کا لحاظ مشکل ہی سے کیا جاتا ہے، بلکہ بدقسمتی سے آج مسلمانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ حتی کہ طالبان علوم شرعیہ کا طبقہ بھی مذاق میں شرعی حدود کو باقی نہیں رکھتا اور باہم ایسے ایسے مذاق کرتا ہے جو نہ صرف ناجائز بلکہ بسا اوقات کفر کی حدود کو پار کر جاتا ہے، غیر مناسب ہوگا اگر یہاں اس کی دو ایک مثالیں نہ ذکر کی جائیں:

[۱] ایک عوامی خطیب اپنی تقریر کے دوران لوگوں کو ہنسانے کے لئے ایک لطیفہ سنانے لگے کہ ایک شخص کی بیوی اپنے شوہر سے بہت تنگ تھی، دونوں میں نباہ کی کوئی صورت نہیں نکل رہی تھی

بالآخر بیوی کسی مولوی کے پاس جا کر کسی تعویذ یا دعا کا مطالبہ کرتی ہے، مولوی صاحب نے اسے نماز پڑھنے کا مشورہ دیا، محترمہ نے کہا کہ میں تو نماز پڑھنا ہی نہیں جانتی تو نماز کیسے پڑھوں؟ مولوی صاحب نے اسے مختصر نماز سکھائی اور نماز میں پڑھنے کے لئے دو سورتیں بھی سکھلا دیں، ایک سورۃ الفلق اور دوسری سورۃ الناس، چنانچہ محترمہ نماز کے لئے کھڑی ہوئیں، دوسری رکعت میں سورۃ الناس پڑھنے لگیں اور جب دوسری آیت پر پہنچی تو ''الہ الناس'' تو ٹھہر گئیں، کیونکہ ان کے شوہر کا نام ''الٰہی'' تھا اور اس علاقے کی عادت کے مطابق شوہر کا نام لینا بڑا معیوب بلکہ بعض جگہ حرام سمجھا جاتا ہے اور عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ اگر شوہر کا نام لے لیا تو نکاح ٹوٹ جائے گا، لہٰذا اس نے ''الہ الناس'' کہنے کے بجائے ''انہوں کا ناس'' [انکا بھی ناس] کہہ دیا۔

ظاہر ہے کہ یہ قرآن اور اس کی آیت کے ساتھ کھلا ہوا مذاق ہے جو کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے۔

[۲] مدرسہ میں پڑھنے کے دوران اساتذہ اور طلبہ سے یہ لطیفہ اکثر سنتا رہا کہ:

تین مولوی صاحبان کسی جگہ جا رہے تھے، راستے میں کسی عورت کے یہاں ان کا قیام ہوا، عورت نے انکی ضیافت میں کھچڑی پکائی اور اوپر درمیان میں گھی رکھ دیا، جب کھانے کی صینی سامنے رکھی گئی اور ہر مولوی کی یہ خواہش ہوئی کہ گھی کا زیادہ سے زیادہ حصہ خود لے لے، تو اس کے لئے ان میں سے ایک نے کھچڑی میں اپنی طرف ایک لکیر کھینچی اور اپنے اس عمل کی دلیل میں کہا: ''فیھا عین جاریہ'' اس طرح گھی بہہ کر اس کی طرف آنے لگا، دوسرے مولوی صاحب اس سے بھی ہشیار نکلے اور اپنے سامنے دو لکیریں کھینچی اور بطور دلیل کہا: ''فیھما عینان تجریان'' اس طرح اس کی طرف بھی گھی بہہ کر آنے لگا، اب تیسرے مولوی صاحب پریشان ہوئے کہ وہ اب کیا کریں؟ تھوڑی دیر غور کے بعد اپنے مطلب کی کوئی دلیل نہ ملی تو صینی کو اٹھایا، اور زور سے حرکت دے کر کہا ''اذا زلزلت الأرض زلزالھا''

سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ، سچ فرمایا اللہ تعالی نے :" مالکم لا ترجون لله وقارا وقد خلقکم أطوارا ...... (نوح:۱۳،۱۴)

ترجمہ: تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ تعالی کی برتری کا عقیدہ نہیں رکھتے ☆ حالانکہ وہ تمہیں طرح طرح سے پیدا کیا ہے۔

نیز فرمایا: وما قدروا الله حق قدره ، والأرض جميعا قبضته يوم القيامة ۔(الزمر :٦٧)

ترجمہ: اوران لوگوں نے جیسی قدر اللہ کی کرنی چاہئے تھی نہیں کی، ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی۔

بدقسمتی سے اس قسم کے درزنوں مذاق لوگوں میں عام ہیں جو ذات باری تعالی کی عظمت و جلال کے قطعا منافی ہیں، جسے علماء نے حرمت کے ساتھ کفر بھی لکھا ہے۔

چنانچہ کوئی ’’ اذا جاء نصر اللہ‘‘ کو’ جا جا ہو نصر اللہ‘‘ پڑھتا ہے، کوئی اپنی داڑھی چھیلنے کی دلیل میں ’’ کلا سوف تعلمون‘‘ کو پیش کرتا ہے، کوئی فرمان الہی ’’ وما کسب‘‘ کو بدل کر’ وماں کا سب‘‘ بنا دیتا ہے تا کہ اولاد کو باپ کی میراث سے محروم کرے، تو کوئی ’’ والشّمس وضحاها والقمر اذا تلاها‘‘ بیچ میں چند جگہ ہا، ہا ولا يخاف عقباها‘‘ پڑھ کر کھانے میں اپنا حصہ بچا لیتا ہے، کوئی اس قسم کا لطیفہ اخبارات میں شائع کراتا ہے کہ کسی عورت کے شوہر کا نام رحمت اللہ تھا، اور جب وہ اختتام نماز پر سلام پھیرتی تو کہتی ’’السلام علیکم منّے کے ابا‘‘ وغیرہ وغیرہ

یہ تو مذاق کی وہ مثالیں ہیں جو باتفاق علماء صراحۃ کفر ہیں، البتہ مذاق کی ناجائز وحرام صورتوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں، چنانچہ مذاق میں جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، گالی دینا، کسی قبیلے خاندان، ملک اور علاقے کے لوگوں کا مذاق اڑانا وغیرہ ایک عام بات ہے جسے کوئی بھی عیب نہیں سمجھتا، بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ آج کا ننانوے فیصد مذاق جھوٹ وغیبت ہی پر مشتمل ہوتا ہے، نیز اپنا

تجربہ ہے کہ آج ساتھیوں اور دوستوں میں لڑائی اور اختلاف کی بہت بڑی وجہ باہمی مذاق ہے۔

مذاق سے متعلق اسی قسم کی کوتاہیوں کے پیش نظر یہ رسالہ ترتیب دیا گیا ہے جو اصل میں آج سے پندرہ سال قبل جمعیۃ الغاط الخیریہ کے لکچر ہال میں کی گئی میری ایک تقریر ہے جسے میری عزیز بہو ام عبد اللہ بنت جلیل احمد سلمہا اللہ نے کیسیٹ سے تحریر کیا ہے، اس پر ہم نے دوبارہ نظر ثانی کی، اس میں سے بعض چیزوں کو حذف کیا، کچھ کو بدلا اور بعض چیزوں کا اضافہ کر کے اب ناظرین کے سامنے پیش کر رہے ہیں، جس میں مذاق کے اہمیت، اسباب اور اسکی جائز و ناجائز صورتوں پر ایک مختصر بحث ہے، ظاہر ہے کہ یہ کوئی علمی مقالہ نہیں ہے جسے علمی معیار پر پرکھا جائے بلکہ عوام اور معمولی علم رکھنے والے اپنے ہم زبان لوگوں کے سامنے سادے انداز میں کچھ باتیں رکھی گئی تھیں جسے تحریری شکل میں آپ حضرات کے سامنے رکھا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے قبول فرمائے اور خالص اپنی مرضی کے لئے بنائے۔

والسلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ

مقصود الحسن فیضی

الغاط، سعودی عرب

مورخہ: ۱۹/۰۳/۱۴۳۰ھ

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ (65)لاَ تَعْتَذِرُواْ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِن نَّعْفُ عَن طَآئِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُواْ مُجْرِمِينَ (66) (سور التوبه)

عزیز ساتھیو ، دینی بھائیو! ہمارا آج کا موضوع سخن مذاق ہے، یہ عنوان سن کر کچھ لوگوں کے دلوں میں یہ سوال ضرور اٹھے گا کہ یہ عنوان عجیب سا ہے، کیا یہ بھی کوئی موضوع ہے کہ جس پر کوئی تقریر کی جائے۔

حضرات !قیقت بھی کچھ ایسی ہی ہے، ہمارے سلف نے تو اس موضوع پر لکھا اور بہت کچھ لکھا، اپنے وقت کے لحاظ سے اس موضوع کو تفصیل سے بیان کیا ہے، لیکن آخر کے زمانے میں لوگوں نے اس اہم موضوع سے متعلق کوتاہی کی، مذاق کے اصول کیا ہیں، اس کی جائز صورتیں کیا ہیں؟ ناجائز صورتیں کیا ہیں؟ ان تمام باتوں کی طرف لوگوں کی توجہ کم اور بہت کم رہی ہے، اس لئے میرے ذہن میں یہ موضوع آیا اور آپ لوگوں کے سامنے اس موضوع پر چند اہم باتیں رکھنے کا ارادہ کیا ہے، ہوسکتا ہے کہ ہمارے الفاظ اس کی مکمل تشریح نہ کرسکیں لیکن کم از کم موضوع سے متعلق آپ لوگوں کو کچھ مختصر معلومات ضرور مل جائیں گی جسے بنیاد بنا کر اور دیگر اہل علم حضرات سے پوچھ کر یا کتابوں کی طرف رجوع کر کے مزید تفصیل معلوم کرسکیں گے ، خاص کر ان کتابوں کی طرف رجوع کر کے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے جو اسلامی آداب واخلاق سے متعلق لکھی گئی ہیں، کیونکہ ان کتابوں میں یہ موضوع ضرور زیر بحث

آتا ہے اور پچھلے علما کرام جنہوں نے اخلاقیات پر کتابیں لکھی ہیں انہوں نے اس موضوع کو اپنی کتابوں میں ضرور چھیڑا ہے، مثال کے طور پر امام ترمذی رحمہ اللہ کی کتاب "شمائل محمدی" ہے ، امام ابوالشیخ الاصفہانی کی کتاب "اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم "ہے، اسی طرح امام غزالی صوفی کی کتاب "احیا علوم الدین "میں بھی یہ موضوع کئی صفحات پر بڑے اچھے اسلوب میں بیان ہوا ہے، ان صفحات پر امام غزالی رحمہ اللہ نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ مذاق کی کون کونسی صورتیں جائز ہیں اور کون کونسی صورتیں ناجائز ہیں۔

مذاق کی تعریف: سب سے پہلے ہم یہ جان لیں کہ مذاق کی وجہ کیا ہوتی ہے ؟ اور یہ کہ انسان مذاق کیوں کرتا ہے، اس کے اسباب کیا ہوتے ہیں؟ لیکن اس سے قبل یہ جان لینا ضروری ہے کہ مذاق کیا چیز ہے؟ اور مذاق کی تعریف کیا ہے ؟

سنجیدگی کے مقابلہ میں مذاق کا لفظ آتا ہے گویا مذاق سنجیدگی سے الگ اور اس کی ضد ہے، یہ بات معلوم خاص وعام ہے، البتہ یہاں یہ چیز سمجھ لینے کی اشد ضرورت ہے کہ "مذاق کرنا "اور "مذاق اڑانا "دونوں الگ الگ اصطلاحات ہیں، مذاق کو عربی زبان میں " مزاح " "مراح " کہتے ہیں اور مذاق اڑانے کو "تمسخر "و " استہزا "سے تعبیر کرتے ہیں، ان دونوں لفظوں میں حکم ونتیجہ دونوں لحاظ سے فرق ہے۔

مذاق اڑانا تو کسی صورت میں جائز نہیں بلکہ اس کی جملہ صورتیں حرام و ناجائز اور بعض صورتیں کفر تک پہنچ جاتی ہیں ، البتہ مذاق کرنا چند آداب و شروط کے ساتھ شرعا جائز ہے، خلاصہ یہ ہے کہ مذاق اڑانا کسی بھی حالت میں جائز نہیں، پھر کس کا مذاق اڑایا جارہا ہے اس کے لحاظ سے اس کے حکم میں سختی و نرمی ہوتی جائے گی ، مثال کے طور پر ہم اپنے بھائی کا مذاق اڑائیں اس کا حکم اور ہے اس کے بالمقابل ہم اپنے باپ دادا کا مذاق اڑائیں اس کا حکم اور

ہے، ہم اپنے ساتھی کا مذاق اڑائیں اس کا حکم اور ہوگا، اس کے بالمقابل ہم اپنے استاذ کا مذاق اڑائیں تو اس کا حکم اور ہوگا، لیکن جو چیز مذکورہ صورتوں میں مشترک ہے وہ مذاق اڑانا ہے جو کہ ہر صورت میں ناجائز ہے اور حرام ہے، اسی چیز کو سورۂ الحجرات میں اللہ تبارک وتعالی نے نہایت ہی واضح الفاظ میں بیان فرمادیا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَى أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَى أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۔۔الآیہ [الحجرات: 11]

ایمان والو ! نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ مرد [جن کا مذاق اڑا رہے ہو] تم سے بہتر ہوں اور نہ ہی عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ [وہ عورتیں جن کا مذاق اڑا رہی ہیں] ان سے بہتر ہوں۔

اللہ تبارک وتعالی ہی دل کی حقیت اور انجام جانتا ہے کہ کون کس سے بہتر ہے، خلاصہ یہ کہ کسی بھی صورت میں مذاق اڑانا جائز نہیں ہے۔

البتہ جہاں تک مذاق کرنے کا تعلق ہے وہ کچھ آداب وشروط کے ساتھ جائز ہے، اس سے قبل ہم مذاق کرنے کے اسباب دیکھ لیتے ہیں کہ لوگ کیوں مذاق کرتے ہیں؟

مذاق کے اسباب و دوافع :

جہاں تک ہم نے سمجھا ہے مذاق کرنے کے متعدد اسباب ہیں:

[ا] پہلا سبب :

انسان اپنے سے چھوٹے یا اپنے سے کم درجے والے ایسے شخص سے مذاق کرتا ہے جو اس سے خوف کھاتا ہے اور اس کا بڑا احترام کرتا ہے اور مقصد اس کی دل جوئی کرنا ہوتا ہے، تاکہ وہ اپنا مدعا اور اپنے دل کی بات بغیر کسی جھجک کے اس کے سامنے رکھ سکے، اس کی مثال

یہ ہے کہ ایک استاذ جو پڑھاتا ہو، اگر ہمیشہ سنجیدہ موڈ میں رہے اور ہر وقت اپنی ناک بھوں چڑھائے رکھے تو بچے اس سے سوال کرنے سے جھجکیں گے لیکن اگر وہ درس کے دوران کوئی بات ہنسی مذاق کی کر دے، کسی بچے سے مذاق میں کوئی بات کہہ دے تو اب بچوں کو بھی حوصلہ ہوگا، ان کے اندر ایک جذبہ پیدا ہوگا اور بچے دل کھول کر استاذ سے سوال کریں گے، اس کی مثال صحیح مسلم کی ایک لمبی حدیث میں بیان ہوئی ہے جس کا ذکر یہاں فائدے سے خالی نہیں ہوگا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس شخص کو جانتا ہوں جو جہنم سے سب سے آخر میں نجات پائے گا اور جنت میں سب سے آخر میں داخل ہوگا، یہ وہ شخص ہے جس کا پل صراط پر سے گرتے پڑتے گزر ہوگا، [اللہ تعالی ہم سب کو اس پل پر سے بآسانی گزار دے] اس کا گزر پل صراط پر سے اس طرح ہوگا کہ ایک بار پھسل رہا ہوگا، پھر دوسری بار سنبھل رہا ہوگا بڑی ہی کوشش اور مشکل کے بعد وہ پل سے گزر پائے گا اور جب پل صراط سے آگے بڑھے گا اور پیچھے پلٹ کر جہنم کی طرف دیکھے گا تو کہے گا کہ "تبارك الذی نجانی منك "بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے مجھے تجھ سے نجات دے دی {وہ شخص یہ سمجھ رہا ہو کہ جتنا بڑا احسان اللہ تعالی نے میرے اوپر کیا ہے اور جتنی بڑی نعمت سے الله وحده لاشريك له نے مجھے نوازا ہے کسی اور کو نہیں نوازا، کیونکہ وہ یہ سمجھ رہا ہوگا کہ ایک تو میں گنہگار ہوں اور اس لئے بھی کہ اگر کوئی شخص اس قیامت کے روز بہت ساری عبادت لے کر آئے تو بھی اسے حقیر سمجھے گا جیسا کہ صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر کوئی شخص جس دن سے پیدا ہوا اس دن سے اپنی وفات تک اللہ تعالی کی رضا کے لئے اپنی ناک رگڑتا رہے تو بھی قیامت کے دن اپنے اس عمل کو حقیر سمجھے گا [1] { [1]: مسند احمد: ۱۸۵۴، الطبرانی الکبیر: ۱۵۱۷، بروایت

عتبہ بن عبد، دیکھئے الصحیحہ للالبانی:۲۴۴۶ }

اللہ تبارک وتعالی کے سامنے کوئی بھی انسان کتنی ہی زیادہ عبادت کر کے حاضر ہو وہ اپنی عبادت کو اللہ تبارک وتعالی کی رحمتوں کے مقابلے میں حقیر سمجھے گا، یہی وجہ ہے کہ وہ بندہ اللہ تبارک وتعالی کی حمد وثنا میں رطب اللسان ہو جائے گا کہ اللہ تعالی کا شکر ہے کہ اس نے مجھے جہنم کی آگ سے نجات دی }

خلاصہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے اشارہ ہوگا کہ وہ بندہ جنت میں چلا جائے، جب وہ جنت کے پاس پہنچے گا تو ایسا محسوس کرے گا کہ جنت بالکل بھر گئی ہے، اس میں کوئی جگہ باقی نہیں {اللہ تبارک وتعالی اس کے سامنے جنت کو ایسی ہی ظاہر کرے گا }وہ واپس آ کر عرض کرے گا: اے اللہ ! لوگوں نے اپنی اپنی جگہ لے لی ہے اب جنت میں تو قدم رکھنے کی بھی جگہ خالی نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالی اس سے پھر کہے گا: اے بندے جا اور جا کر جنت میں داخل ہو جا، وہ شخص پھر جائے گا اور جنت اسے پھر بالکل بھری ہوئی دکھائی دیگی، وہ شخص واپس آ جائے گا، اسی طرح بحکم الہی وہ تین بار جائے گا اور ہر بار آ کر یہی عرض کرے گا کہ: اے اللہ "وجدتها ملائی "جنت کو تو میں بالکل بھری ہوئی پا رہا ہوں، اب اس میں میرے لئے جگہ نہیں ہے، تب اللہ تبارک وتعالی اس سے کہے گا کہ جس دنیا میں تو تھا اسے دھیان میں رکھ کر تمنا کر اور سوچ لے کہ تجھے جنت میں کتنی جگہ چاہیے، تو جس قدر تمنا کرے گا اسی اعتبار سے تجھے جنت دی جائے گی، آج تجھے جنت ملے گی اور اس کے ساتھ ساتھ اس دنیا سے دس گناہ زیادہ اور بھی ملے گی، یہ سن کر وہ بندہ حیران ہو جائے گا کیونکہ اولا تو اس کے لئے یہی بہت کافی تھا کہ جہنم سے نجات پا گیا اور دوسرے اس کے لحاظ سے جنت میں کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہی، چہ جائے کہ اسے دنیا سے دس گناہ زیادہ جگہ میسر آ جائے تو وہ

حیرت سے کہہ اٹھے گا "اتستھزء بی و انت الملك "اے اللہ کیا تو بھی ہم سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو بادشاہ حقیقی اور رب العالمین ہے؟ ، یہ کہہ کر اللہ کے رسول ﷺ اس زور سے ہنسے کہ آپ کے ڈھاڑ بھی ظاہر ہو گئے [1] { [1]: صحیح بخاری: ۱۵۷۱، ۶۵، الرقاق، صحیح مسلم: ۱۸۶، الایمان } واضح رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے میں عام معمول یہ تھا کہ آپ صرف مسکرادیتے تھے [2] { [2] : مسند احمد: ۹۷۵، سنن الترمذی: ۳۶۴۵، المناقب، بروایت جابر بن سمرہ } لیکن اس بندے کی اس بات پر آپ کو زور کی ہنسی آ گئی، اللہ تبارک و تعالی اس بندے کی بات پر فرمائے گا کہ اے بندے ! میں مذاق نہیں کر رہا ہوں بلکہ میں جو فیصلہ کرلوں اس پر قادر ہوں۔

عرض کرنے کا مقصد یہ کہ اللہ تبارک وتعالی نے بندے کے سامنے جنت کو بھری ہوئی ظاہر کیا اور اسے جنت بھری ہوئی نظر آئی اور ایسا بار بار کیا جو مذاق کی صورت ہے تا کہ اس بندے کے دل میں کچھ حوصلہ پیدا ہو اور اللہ تعالی سے مطالبہ کر سکے، کیونکہ اللہ تعالی کی ذات تو ایسی ہے کہ جب دینے پر آتی ہے تو بے حساب دیتی ہے جسے ہم اپنی اصطلاح میں دل کھول کر دینا کہتے ہیں ، دوسری طرف جب لینے پر آ جاتی ہے تو قارون جیسے صاحب خزانہ کو اپنے خزانے کی ایک اشرفی سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ نہیں دیتی۔

اس سلسلے میں ایک اور حدیث مروی ہے، صحیح مسلم میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تبارک وتعالی حشر کے میدان میں اپنے ایک بندے کو بلائے گا اور اس سے پوچھے گا کہ اے بندے تو نے فلاں گناہ فلاں جگہ کیا تھا؟ وہ اثبات میں جواب دے گا، اس طرح اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ اس کے سامنے رکھے جائیں گے اور باقی بڑے بڑے گناہ اس سے پوشیدہ رکھے جائیں گے،

چنانچہ وہ اپنے ہر گناہ کا اقرار کرلے گا کیونکہ وہ سمجھے گا کہ یہاں انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے {اس لئے کہ اولا تو وہ سارے گناہ نامہ اعمال میں درج ہونگے ، ثانیا : اللہ رب العالمین سامنے ہوگا جس کے سامنے کسی بات سے انکار کی مجال نہ ہوگی }وہ ڈر رہا ہوگا کہ ابھی تو ہمارے بہت سارے بڑے بڑے گناہ ایسے ہیں جنہیں سامنے نہیں لایا گیا، خلاصہ یہ کہ اللہ تعالی فرمائے گا "فان للث مكان كل سيئة حسنة "تو سنو ! میں تمہارے ان تمام گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے رہا ہوں {وہ شخص جب اللہ تعالی کے اس فضل و کرم کو دیکھے گا تو سوچے گا کہ جب ان چھوٹے گناہوں کو نیکیوں میں بدلا جارہا ہے تو بڑے گناہوں کو بھی نیکیوں میں بدل دیا جائے گا، اس لئے }وہ اللہ تعالی سے عرض کرے گا کہ اے اللہ تعالی یہ تو میرے چھوٹے چھوٹے گناہ ہیں، میں نے کچھ بڑے گناہ بھی کئے ہیں جو یہاں میں نہیں دیکھ رہا ہوں [1] {[1]: صحیح مسلم: ۱۹۰، الایمان، سنن الترمذی: ۲۵۹۶، صف جہنم }۔

عرض کرنے کا مقصد یہ کہ اللہ تعالی نے یہ اسلوب اس لئے اختیار کیا تاکہ بندہ بے خوف ہو کر مانگ سکے ورنہ اللہ تعالی کی ذات ذوالجلال والجبروت کی ہیبت اور رعب کا تو یہ عالم ہوگا کہ اس میدان میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسی علیہ السلام تک کسی نبی کو زبان کھولنے کی مجال نہ ہوگی، ولیوں اور صالحین کی بات تو بہت دور کی ہے۔

{۲ }دوسرا سبب :

کوئی شخص کسی کو تعلیم دینے کی غرض سے مذاق کرے، مثال کے طور پر اگر کوئی بات آپ غیر ضروری سنجیدگی یا غصے میں یا ڈانٹ کر کہیں تو بسا اوقات لوگ سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے، لیکن اسی بات کو ہنس کر یا کچھ مزاحیہ انداز سے کہہ دی جائے تو لوگ اسے بڑی آسانی سے قبول کرلیتے ہیں، اس سلسلے میں ہمارے یہاں اکبر الہ آبادی جو اردو کے ایک مشہور شاعر

گزرے ہیں، بہت معروف ہیں کہ وہ بہت سی نصیحتیں مزاحیہ انداز میں شعر کی زبان میں کہہ جاتے تھے، چنانچہ ان کا ایک مشہور شعر ہے

خدا کے فضل سے بیوی میاں دونوں مہذب ہیں
انہیں پردہ نہیں آتا انہیں غصہ نہیں آتا

دیکھیں کہ عورتوں کا اپنی عصمت وعفت سے لاپرواہی اور اس پر مردوں کی بے غیرتی کا بیان کیسے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔

علامہ اقبال نے بھی اسی مفہوم کو مزاحیہ انداز میں نظم کیا ہے

شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی حامی نہیں
مفت میں کالج کے لڑکے ان سے بدظن ہو گئے
وعظ میں فرما دیا تھا آپ نے کل صاف صاف
پردہ اب کس سے کریں جب مرد ہی زن ہو گئے

***مذاقاً تعلیم کا یہی اسلوب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض حدیثوں میں بھی ہمیں ملتا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اپنی کتاب "الاصابہ فی تمییز الصحابہ" میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں نیز یہ حدیث "المعجم الکبیر للطبرانی" میں بھی موجود ہے، حضرت خوات بن جبیر نام کے ایک صحابی ہیں، میرا اندازہ ہے کہ ان کا اسلام قدرے متاخر ہے یا یہ کہ ابتدا میں تو ان کا اسلام بہت سے انصاریوں کی طرح رسمی تھا لیکن بعد میں اس میں پختگی اور حسن پیدا ہو گیا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میرے پاس سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا، اس وقت آپ کہیں جا رہے تھے، آپ نے مجھے دیکھا کہ میں چار چھ عورتوں کے ساتھ بیٹھ کر گپ شپ میں مشغول ہوں، ظاہر ہے کہ یہ کوئی اچھی

بات نہیں ہے کہ ایک مرد عورتوں کے ساتھ بیٹھ کر گفتگو کرے، یہ تو انسانی شرافت نیز مرد اور اس کی مردانگی کے بھی خلاف ہے بلکہ اس حالت میں تو ایک شریف مرد کو شرم آنی چاہئے، حضرت خوات کہتے ہیں کہ مجھے اس حال میں دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوعبداللہ یہاں کیا کر رہے ہو، اس سوال پر حضرت خوات نے بہانہ تلاش کیا اور جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرا ایک اونٹ بہت بدکتا ہے اس کے لئے ان عورتوں سے رسی بٹوا رہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب سنا اور آگے بڑھ گئے، لیکن کچھ دیر کے بعد دوبارہ ادھر سے گزرے تو دیکھا کہ حضرت خوات اسی جگہ انہیں عورتوں کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں، آپ نے انہیں دیکھ کر مذاق کے انداز میں فرمایا: اے ابوعبداللہ ابھی تک تمہارے اونٹ نے بدکنا نہیں چھوڑا؟ یعنی یہ کہنے کے بجائے کہ تم یہاں سے اٹھ جاؤ، آپ مذاق کرتے ہوئے صرف یہ کہنے پر اکتفا کیا کہ ابھی تک تمہارے اونٹ نے بدکنا نہیں چھوڑا، حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ کے اس سوال پر مجھے بڑی شرم آئی {اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بھی یہی تھا} حضرت خوات کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آنے سے بچنے لگا کیونکہ آپ جہاں بھی مجھے دیکھتے مذاق میں کہتے " **ماترك جملك الشراد يا ابا عبد الله** "اے ابوعبداللہ کیا تمہارے اونٹ نے بدکنا نہیں چھوڑا، کچھ دنوں کے بعد ایک بار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینہ کی کسی گلی میں میرا آمنا سامنا ہوگیا تو آپ نے پھر وہی سوال دہرایا: "**ماترك جملك الشراد يا ابا عبد الله**"، اس کے جواب میں میں نے کہا: اے اللہ کے رسول جب سے اسلام لایا ہوں اس کے بعد سے میرے اونٹ نے بدکنا چھوڑ دیا { ! : الاصابہ: ۲۵۱۱، ترجمہ خوات بن جبیر، مختصر الطبرانی الکبیر: ۳۰۲/۴، ۳۰۴ }عرض کرنے کا مقصد یہ کہ کبھی

انسان تعلیم کی غرض سے مذاق کرتا ہے، حدیثوں میں اس کی بہت سے مثالیں ہیں۔

{۳} تیسرا سبب :

مذاق کی ایک اور وجہ ہوتی ہے جو عام طور پر ہمارے یہاں رائج ہے یعنی دل بہلانے کے لئے اور تفریح طبع کے لئے، اس لئے کہ انسان ایک ہی اسلوب پر کام کرتے کرتے، سنجیدہ مزاج میں رہتے رہتے اکتا جاتا ہے، ان حالات میں اس کے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کچھ ایسے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے کہ جن کے ساتھ خوش طبعی کا موقعہ ملے اور طبیعت بہل جائے، کچھ ایسی باتیں ہوں جن سے طبیعت کو فرحت وسرور حاصل ہو، کچھ ہنسی مذاق کا ماحول پیدا ہو جس سے ذہنی تھکان دور ہو اور بوجھ ہلکا ہو، خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ اس چیز کا لحاظ رکھتے تھے، حالانکہ خود آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، آپ کا معاملہ تو یہ تھا کہ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ: جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جان لو تو اللہ کی قسم ہنسو گے کم اور روؤ گے زیادہ اور اپنے سروں پر دھول ڈالتے ہوئے میدانوں میں نکل جاؤ گے اور عورتوں کے ساتھ بستروں پر لذت اندوزی نہ ہوگی۔ { ا :

سنن الترمذی: ۲۳۱۲، الزھد، سنن ابن ماجہ: ۴۱۹۰، الزھد، مسند احمد: ۵/۱۷۳، بروایت ابوذر]

اہل علم حضرات کو معلوم ہے کہ قہقہہ لگا کر ہنسنے کا معمول اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں رہا بلکہ صرف دو چند حدیثوں میں آپ کے قہقہہ لگا کر ہنسنے کا ذکر ہے ورنہ عام حالات میں آپ صرف مسکراتے تھے، چونکہ صحابہ کرام کی دلجوئی، انہیں خوش کرنا اور ان کے ساتھ دل لگی مقصود ہوتی تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار اس غرض سے مذاق کرلیا کرتے تھے، احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذاق کا ایک واقعہ موجود ہے جس میں تعلیم کا پہلو بھی شامل ہے، ایک بار حضرت صہیب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوئے، اس وقت ان کی آنکھ دکھتی تھی، اس مجلس میں کچھ کھجوریں تھیں جو خشک تھیں جسے چھہارا کہتے ہیں اور کچھ روٹی کے ٹکڑے تھے، حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کھجور کھانے لگے، ظاہر بات ہے وہ کھجور جو چھوہارے کی شکل میں ہوا سے ایک تو چبانے میں مشکل پیش آتی ہے، ثانیا اس کی تاثیر گرم ہوتی ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے صہیب کیا تمہاری آنکھ آئی ہوئی نہیں ہے؟ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے اپنی بیماری پر پردہ ڈالنے کے لئے عرض کیا: اے اللہ کے رسول میں اس طرف سے کھا رہا ہوں جس طرف کی آنکھ درد نہیں کر رہی ہے [2] {[2]: سنن ابن ماجہ: ۳۴۴۳، الطیب، مسند احمد: ۶۱/۴]

اس مزاحیہ انداز سے یہ تعلیم دینی مقصود تھی کہ یہ آنکھ گرمی کی وجہ سے آئی ہے اور کھجور کی تاثیر بھی گرم ہے جو تمہاری آنکھ کے لئے نقصان دہ ہو سکتی ہے اس لئے اس سے پرہیز کرو ،غرض یہ کہ بسا اوقات آدمی مسلسل سنجیدگی اور کام کے دباؤ سے اکتا کر مذاق کا پہلو اختیار کرتا ہے اور واقعتہ یہ چیز انسان کی فطرت میں داخل ہے۔

یہی بات مسلم شریف کی اس حدیث میں ہے جو حضرت حنظلہ الکاتب رضی اللہ عنہ سے متعلق مروی ہے، ہوا یوں کہ ایک بار حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا گذر حضرت حنظلہ کے پاس سے ہوا، دیکھا کہ حضرت حنظلہ پریشان حال بیٹھے ہیں، سوال کیا: اے حنظلہ کیا بات ہے؟ حضرت حنظلہ نے عرض کیا کہ "**نافق حنظل** "حنظلہ منافق ہو گیا، [نعوذ باللہ من ذلك ، دیکھیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کیا تھے؟ کہ اپنے اوپر نفاق سے ڈرا کرتے تھے اور ہم ہیں کہ اپنے ایمان پر مگن ہیں]، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ وجہ کیا ہے؟ ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟ جواب دیا کہ جب ہم لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر رہتے ہیں اور جنت و دوزخ کا بیان ہوتا ہے تو اس سے دل پسیج جاتا

ہے، آنکھیں اشک بار رہتی ہیں اور یہی جی کہتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر صرف اللہ کے ہو کر رہیں، اسی کی عبادت میں مشغول رہیں، لیکن جب اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں اور بیوی بچوں سے دل بہلاتے ہیں تو جنت و دوزخ کی یاد ہلکی پڑ جاتی ہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہی حال تو ہمارا بھی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جو کیفیت رہتی ہے وہ گھر میں اپنے اہل و عیال کے پاس باقی نہیں رہتی، یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت حنظلہ کو لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور صورت حال بیان کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یا حنظله لو كنتم تكونون في بيوتكم كما تكونون عندي لصافحتكم الملائكة و انتم على فرشكم و بالطرق ولكن يا حنظله ساعة و ساعة ۔" {۱: صحیح مسلم: ۲۷۵۰، التوبہ، سنن الترمذی: ۲۴۵۲، القیامہ، مسند احمد: ۳۴۶۴، بروایت حنظلہ}

اے حنظلہ دیکھو! جس حال میں تم میرے پاس ہوتے اگر اسی حال میں اپنے گھر میں بھی رہو تو تمہارے بستروں اور راستوں میں فرشتے تم سے مصافحہ کریں، لیکن اے حنظلہ صورت حال بدلتی رہتی ہے، کبھی مکمل سنجیدگی اور کبھی کچھ مذاق و ہنسی۔

آپ لوگ غور کریں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے زیادہ سنجیدہ اور حقائق کے پابند تھے، آپ کے اوپر جس قدر پریشانیاں آئیں اور جو جو غم لاحق ہوئے اور جن جن ذمہ داریوں کا بوجھ آپ فداہ ابی و امی پر تھا اسے اٹھانے کی کسی کے پاس طاقت نہیں تھی، اس کی اگر ایک مثال دیکھنی ہو تو صحیح مسلم کی اس روایت پر نظر ڈالیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام تھے تو آپ کے رات کی نماز زیادہ تر بیٹھ کر ہوتی تھی، اس کی علت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

یہ بیان فرماتی ہیں کہ "بعد ما حطمه الناس" {۲} {۲: صحیح مسلم:۷۳۱، المسافرین، سنن ابوداود:۹۵۶، الصلاۃ} جب لوگوں کی فکر، ان کے سوال نے آپ کو توڑ کر رکھ دیا تھا، حالانکہ آپ لوگ غور کریں کہ آپ کی عمر صرف تریسٹھ سال تھی، لیکن اس عمر میں لوگوں کی فکر اور امت کے غم نے، لوگوں کی ضروریات کے سوال نے آپ کو اتنا پریشان کر دیا تھا کہ آپ آخری عمر میں کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تھے اور

خنجر چلے کسی پر تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے۔

ان تمام چیزوں کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ ان کی دلجوئی اور ان کے ساتھ خوش مزاجی میں کوئی کوتاہی نہیں کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھی، اس وقت آپ اپنے دست مبارک سے اپنا جوتا یا چپل درست کر رہے تھے، حضرت عائشہ دیکھتی ہیں کہ آپ کی پیشانی پر پسینہ بہہ رہا ہے اور جب پسینہ آپ کی پیشانی سے بہہ کر زمین پر گرتا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ موتیوں کی لڑیاں جھڑ رہی ہوں۔

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے پرنور چہرے کو دیکھا تو مبہوت ہو گئیں، کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہیں، اچانک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر حضرت عائشہ کی طرف اٹھی تو حضرت عائشہ کو پریشان دیکھ کر فرمایا: "مالك يا عائش، قد بهت" اے عائشہ تجھے یہ کیا ہو گیا کہ تو اس قدر مبہوت کیوں ہو گئی ہو؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ اے اللہ کے رسول اگر ابو کبیر الہذلی شاعر اس وقت موجود ہوتا تو جو شعر اس نے اپنی محبوبہ کی تعریف میں کہے تھے وہ آپ کے بارے میں کہتا، اس کے اشعار آپ پر مکمل

صادق آتے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کونسا شعر ہے؟ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ شاعر کہتا ہے:

و مبرأ من كل غبره حائض　　و فساد ضعة و داء معضل

و اذا نظرت الى أسرة وجهه　　برقت كبرق العارض المتهلل

{ا : رحم للعالمین: ۱۴۲۲، ۱۴۳ }

(ترجمہ) میری محبوبہ تو ایسی ہے کہ جس کو نہ حیض آتا ہے اور نہ ہی وہ دودھ پلانے والی عورتوں کی طرح گندی رہتی ہے اور نہ ہی اس میں کوئی خطرناک بیماری ہے، اور اگر اس کے چہرے کے نقوش پر نظر کرو وہ ایسے چمکتے ہیں گویا چاند چمک رہا ہو۔

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کام چھوڑ کر مسکراتے ہوئے اٹھے اور مائی عائشہ کو سینے سے لگالیا۔

کہنے کا مقصد یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے اندر بھی اس پہلو کو فراموش نہیں کرتے تھے۔

حدیث نبوی سے مذاق کی چند مثالیں :

مذاق کرنے کے اصول وضوابط کیا ہیں؟ مذاق کب کرنا چاہئے؟ اور مذاق کب نہیں کرنا چاہئے؟ لیکن اس سے پہلے عہد نبوی سے مذاق کی دو ایک مثالیں ذکر کرتے ہیں جو امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب الادب المفرد سے ماخوذ ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الادب المفرد میں باب باندھا ہے "باب المزاح" اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب الشمائل میں باب باندھا ہے:" باب كيف كان مزاح النبى صلى الله عليه وسلم "یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم

مذاق کس طرح کرتے تھے، پھر اس کے تحت کئی حدیثیں ذکر کی ہیں ملاحظہ فرمائیں:

{۱} حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار کہیں سفر میں تھے، اس سفر میں ازواج مطہرات اور مستورات کے اونٹوں کو لے کر چلنے والے آپ کے ایک خادم حضرت انجشہ رضی اللہ عنہ تھے، حضرت انجشہ سواری کے اونٹوں کو ہانکتے ہوئے اشعار گنگنا رہے تھے جسے عربی زبان میں حداً یا حدی کہتے ہیں، یعنی اونٹوں کو چلانے کے لئے حدی پڑھ رہے تھے، اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اونٹ تیز چلتا ہے، چونکہ حضرت انجشہ کی آواز بڑی میٹھی تھی اس لئے آپ نے فرمایا: "رویدك یا انجشة رفقا بالقواریر "۱ {۱: صحیح الادب المفرد: رقم ۱۹۹/ ص: ۱۱۶، یہ حدیث صحیح مسلم کتاب الفضائل میں بھی موجود ہے } اے انجشہ آہستہ آہستہ ہانکو، آبگینوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرو، یعنی تم گویا آبگینوں کو لے کر چل رہے ہو، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو آبگینہ اور شیشہ سے تشبیہ دی یعنی شیشہ کو آدمی جب لے کر چلتا ہے تو بڑی حفاظت سے آہستہ آہستہ لے کر چلتا ہے تاکہ گر کر ٹوٹے نہیں، اسی طرح اونٹوں کو آہستہ ہانکو، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی اونٹ بدکے اور کوئی عورت متاثر ہو جائے۔ اسی لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ابوقلابہ یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاق میں ایسی بات کہی کہ اگر ہم میں سے کوئی یہ بات کہے تو لوگ برا مانیں گے۔ ۲ {۲: پچھلا حاشیہ، نیز دیکھئے مختصر صحیح البخاری للألبانی: ۹۱/۳ }

{۲} حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول مجھے سواری عطا کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تجھے اونٹنی کا ایک بچہ دیتا ہوں، اس نے کہا اے اللہ کے رسول اونٹنی کا بچہ میرے کس کام کا ہے،

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وھل تلد الابل الا النوق "[1] {1: مختصر شمائل ترمذی للالبانی: ۲۰۳، ص: ۱۲۶، یہ حدیث ابو داود کتاب الادب اور سنن الترمذی کتاب البر میں بھی موجود ہے } بتلاؤ کوئی ایسا اونٹ بھی ہے جو کسی اونٹنی کا بچہ نہ ہو۔

حاصل کلام یہ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کرام سے کبھی کبھار مذاق کیا کرتے تھے، بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو آپ کے اس انداز پر تعجب ہوا اور ایک بار بطور سوال پوچھا: اے اللہ کے رسول "کأنك تداعبنا " ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ بھی ہم سے خوش طبعی کر رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مذاق تو کرتا ہوں "لکن لا اقول الا حقا "[2] {2: مختصر شمائل ترمذی للالبانی: ۲۰۲، ص: ۱۲۶، یہ حدیث سنن الترمذی کتاب البر اور دوسری کتابوں میں بھی موجود ہے } لیکن میں مذاق میں بھی سچ اور حق بولتا ہوں، آپ حضرات اس کی دو ایک مثال سن لیجئے:

{1} ایک بار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو اس طرح مخاطب کیا: "یا ذو الأذنین "[3] {3: مختصر شمائل ترمذی للالبانی: ۲۰۰، ص: ۱۲۴، یہ حدیث ابو داود کتاب الادب اور سنن الترمذی کتاب البر میں بھی موجود ہے } اے دو کان والے، ایسا آپ نے مذاق کے طور پر کہا، لیکن اس میں کوئی جھوٹ اور خلاف واقعہ بات نہیں ہے کیونکہ کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے جس کے دو کان نہ ہوں۔

{2} اس سلسلے میں آپ کا سب سے دلچسپ مذاق وہ ہے کہ ایک بار کوئی بوڑھی عورت [جس کا نام مجھے یاد نہیں ہے] خدمت نبوی میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ اے اللہ کے رسول! دعا کریں کہ اللہ تعالی مجھے جنت میں داخل کر دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام فلان "ان الجنة لا تدخلها عجوز " جنت میں بوڑھی عورتیں نہیں جائیں گی،

یہ سن کر وہ صحابیہ روتے ہوئے واپس ہوگئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ اسے جا کر بتلا دو کہ وہ بوڑھی رہ کر جنت میں نہیں جائے گی کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاء (35) فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَاراً (36) عُرُباً أَتْرَاباً (37)

ہم نے ان کی بیویوں کو خاص طور پر بنایا ہے، اور ہم نے انہیں پھر کنواریاں بنا دیا ہے، محبت والیاں اور ہم عمر ہیں {سور الواقعہ} ۱ { ۱: مختصر شمائل ترمذی للا لبانی: ۲۰۵، ص: ۱۲۸، یہ حدیث شعب الایمان للبیھقی اور طبرانی اوسط میں بھی مروی ہے دیکھئے غایۃ المرام، ص: ۲۱۶ }

{ ۳ } حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں کہ اے اللہ کے رسول میرے شوہر آپ کو بلا رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مذاق ان سے فرمایا: تم انہی کی بات کر رہی ہے جن کی آنکھوں میں سفیدی ہے، وہ بہت پریشان ہوئیں اور کہنے لگیں کہ اللہ کی قسم میرے شوہر کی آنکھ میں سفیدی نہیں ہے، آپ نے فرمایا: جا کر دیکھو واقعتہ ان کی آنکھوں میں سفیدی ہے، وہ بہت پریشان ہوئیں اور واپس جا کر غور سے اپنے شوہر کی آنکھوں میں دیکھنے لگیں، انہیں تعجب تھا کہ وہ ہمارے شوہر ہیں، انہی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور سونا جاگنا ہے لیکن میں ان کی آنکھوں کی سفیدی نہ دیکھ سکی؟ تعجب یہ تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی غلط نہیں ہوسکتا، ان کے شوہر نے جب ان کی یہ پریشانی دیکھی تو پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تم کیا دیکھ رہی ہو؟ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اپنے شوہر سے بتلائی تو ان کے شوہر نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے، انسان کی آنکھ میں سفیدی سیاہی سے زیادہ ہوتی ہے۔ ۲ { ۲ : احیا علوم الدین: ۳۸۳: ۱۳، حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو زبیر بن بکار نے کتاب الفکا مع و المز اح میں اور حافظ ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے، دیکھئے: المغنی عن حمل الاسفار علی حاشیۃ احیا علوم الدین: ۱۳۸/۳ }

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا مذاق :

بات یہیں تک منحصر نہیں تھی بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات صحابہ کرام کو بھی مذاق کی اجازت دیا کرتے تھے اور بسا اوقات ان کا مذاق بڑا ہی عجیب ہوتا تھا، اگر ان میں سے کچھ مذاق آپ لوگوں کے سامنے رکھے جائیں تو اس پر بڑا تعجب کریں گے بلکہ بہت سے لوگ اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہونگے۔

{۱} مثال کے طور پر ایک بار ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے، اس دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حریرہ]حلوہ]پکایا تھا، اتنے میں وہاں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی آ گئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سودہ کو بھی حریرہ کھانے کی دعوت دی، لیکن تکلفا یا کسی اور وجہ سے انہوں نے حریرہ کھانے سے انکار کر دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ کھاؤ ورنہ میں تمہارے منہ پر لیپ دونگی، اس پر بھی حضرت سودہ انکار پر مصر رہیں تو حضرت عائشہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور تھوڑا سا حریرہ لے کر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے منہ پر لیپ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھا تو مسکرائے اور حضرت سودہ کی طرف اشارہ کیا کہ اٹھو اور تم بھی اپنا بدلہ لے لو، چنانچہ حضرت سودہ اٹھیں، اپنے ہاتھ کو حریرہ میں داخل کیا اور حضرت عائشہ کے چہرے پر حریرہ لیپ دیا، جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیفیت دیکھی تو ہنسنے لگے۔]{ مسند ابو یعلی: ۴۴۹/۷، دیکھئے السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی: ۳۱۳۱ }۔

{۲} اس سلسلے میں ایک مذاق کتب حدیث اور حالات صحابہ کی کتب میں ملتا ہے جو بہت ہی دلچسپ ہے، البتہ اس کی صحت کے بارے میں مجھے کچھ شبہ ہے، چونکہ حافظ ابن حجر

وغیرہ نے اسے نقل کیا ہے اس لئے اس کا تذکرہ کئے دیتا ہوں، حضرت زبیر بن بکار اپنی
کتاب "الفکاھۃ "اور حافظ ابن حجر ا {ا : یہ قصہ کچھ اختلاف کے ساتھ سنن ابن ماجہ
کتاب الادب، باب المزاح اور مسند احمد]الفتح الربانی: ۱۹-۲۷]میں بھی حضرت ام سلمہ
سے مروی ہے، البتہ اس کی سند بھی ضعیف ہے } نے اپنی مشہور کتاب "الاصابہ "میں
نقل کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک سال قبل حضرت ابو بکر
رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ کرام بغرض تجارت بصری شہر کی طرف گئے، اس قافلہ میں کھانے
کا نظام ایک صحابی سویبط انصاری رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا، اسی قافلہ میں حضرت سویبط کے
چچے زاد بھائی حضرت نعیمان بھی شریک تھے، انہوں نے حضرت سویبط سے کہا کہ مجھے بھوک
لگی ہے لہذا کچھ کھانے کو دو، حضرت سویبط نے کہا کہ جب تک ابو بکر نہیں آتے اور ان کی
اجازت نہیں ملتی میں کچھ نہیں دے سکتا، حضرت نعیمان نے کہا کہ وہ اونٹ چرانے گئے ہیں
انہیں آنے میں تاخیر ہوگی، جب کہ مجھے بھوک لگی ہے، آخر کب تک ان کا انتظار کرتا رہوں،
اس لئے مہربانی کر کے مجھے کچھ کھانے کو دے دو، لیکن حضرت سویبط کچھ دینے کے لئے تیار نہ
ہوئے، اس پر حضرت نعیمان ناراض ہوئے اور دھمکی دینے کے انداز میں کہا کہ قسم اللہ کی میں
تمہارے ساتھ وہ کھیل کھیلوں گا کہ تم بھی یاد کرو گے، چنانچہ حضرت نعیمان نے

دیکھا کہ کچھ لوگ ادھر سے اونٹ وغیرہ خرید کر گزر رہے ہیں، وہ ان کے پاس گئے
اور کہا کہ دیکھو بھائی میرے پاس ایک غلام (اس کے لئے حضرت نعیمان نے "عبد" کا لفظ
استعمال کیا تھا) ہے جو بڑا ہی تندرست ہے، اسے میں بیچنا چاہتا ہوں البتہ یہ یاد رہے کہ وہ
بڑا ہی زبان دراز ہے، اگر تم اسے غلام کہو گے تو وہ اپنی غلامی کا اقرار کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا
، کیونکہ وہ بڑا ہی سرکش ہے، اگر تمہارے اندر ہمت ہے اور خرید نا چاہو تو خرید لو اور یہ یاد رکھو

کہ اس کی کسی بات میں نہ آنا، وہ کچھ بھی کہے اسے ماننا نہیں، وہ یہ بھی کہے گا کہ میں آزاد ہوں لیکن اس کی کسی بات میں نہ آنا، اگر تمہیں یہ قبول ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کی حالت پر چھوڑ دو، اسے خراب نہ کرو، ان لوگوں نے دیکھا کہ یہ شریف آدمی ہیں، مسلمان ہیں اس لئے جھوٹ نہ بولیں گے، چنانچہ دس اونٹ کے بدلے اس غلام] جو حقیقت میں آزاد تھے] کو خریدنے پر تیار ہو گئے، اس طرح حضرت نعیمان نے دس اونٹ کے بدلے حضرت سویبط کو غلام کہکر بیچ دیا اور دور سے حضرت سویبط کی طرف اشارہ کیا کہ وہ شخص جو کھانا پکار ہا ہے وہی میرا غلام ہے، ادھر حضرت سویبط بھی پکے اور سانولے رنگ کے تھے اس لئے ان قافلے والوں کو کوئی شبہ بھی نہیں ہو، اچنانچہ وہ لوگ آئے اور حضرت سویبط کی گردن میں رسی ڈال دی ، ا {ا : اصل میں یہاں نعیمان نے توتوریہ سے کام لیا، اس لئے کہ انہوں نے حضرت سویبط کو "عبد" کہا جس کے معنی عام طور پر زر خرید غلام ہوتے ہیں اور اس کے معنی "بندہ" کے بھی کئے جاتے ہیں، چونکہ سبھی لوگ اللہ کے بندے ہیں اس لئے یہ جھوٹ نہ ہوا، بلکہ توریہ ہوا }وہ قسم کھاتے رہے اور صفائی دیتے رہے کہ میں آزاد ہوں، یہ میرا چچازاد بھائی ہے اور مذاق کرر ہا ہے لیکن ان لوگوں نے ایک نہ سنی اور کہا کہ ہمیں تمہارے بارے میں پہلے ہی سے معلوم ہو چکا ہے کہ تم بڑے سرکش اور زبان دراز ہو اس لئے ہم تمہیں چھوڑیں گے نہیں، اتفاق سے دوسرے صحابہ بھی وہاں موجود نہیں تھے بلکہ سب لوگ ادھر ادھر اپنے اپنے کام پر گئے ہوئے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ وہ غلاموں کی طرح اہل قافلہ کے حوالے ہو گئے، کچھ دیر میں دوسرے صحابہ واپس آ گئے اور حضرت ابوبکر بھی واپس آ گئے تو دیکھتے ہیں کہ حضرت سویبط وہاں موجود نہیں ہیں، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ حضرت نعیمان نے انہیں اہل قافلہ کے ہاتھ دس اونٹوں کے بدلے فروخت کر دیا ہے، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

تشریف لے گئے اور اونٹوں کو واپس کر کے حضرت سویبط کو چھڑا کر لائے، روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اس قصہ کو اپنی مجلس میں ذکر کر کے سال بھر ہنستے رہے۔ ۲ {۲: الاصابہ فی تمییز الصحابہ سویبط الانصاری کا تذکرہ }

{۳} حضرت نعیمان کا ایک اور دلچسپ مذاق تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے، حضرت نعیمان کے بارے میں آتا مشہور ہے کہ وہ ہمیشہ مزاحیہ انداز اختیار کرتے تھے، حتی کہ ان کے بارے میں ہے کہ "کان یضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم" ۳ {۳: صحیح البخاری: ۶۷۸۰، الحدود } یعنی وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایسی باتیں کرتے یا ایسی حرکت کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑتے، قصہ اس طرح ہے کہ ایک مشہور صحابی حضرت مسور بن مخرمہ ہیں، ان کے والد مخرمہ رضی اللہ عنہم کی بینائی آخری عمر میں جاتی رہی تھی، ایک دن وہ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ انہیں پیشاب کی حاجت ہوگئی، حضرت نعیمان نے ان سے کہا کیا آپ کا ہاتھ پکڑ کر باہر کسی مناسب جگہ پہنچا دوں؟ حضرت مخرمہ تیار ہوگئے، چنانچہ حضرت نعیمان نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ادھر سے ادھر گھماتے رہے جس سے حضرت مخرمہ نے محسوس کیا کہ مسجد سے باہر نکل گئے ہیں، حالانکہ نعیمان نے انہیں دوبارہ لاکر مسجد ہی کے ایک گوشے میں بیٹھا دیا، اور یہ امر ظاہر ہے کہ اس وقت مسجد نبوی میں کنکڑ اور ریت کا فرش تھا آج کی طرح ایسے صاف ستھرے فرش نہیں تھے، اب جب حضرت مخرمہ وہاں بیٹھ گئے تو انہوں نے سمجھا کہ کہیں باہر میدان میں مجھے پہنچایا گیا ہے، جب وہ پیشاب کرنے کے لئے کپڑے اتارنے لگے تو لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ یہ تو مسجد ہے، مسجد میں پیشاب کرنے جا رہے ہو؟ اب انہیں احساس ہوا کہ نعیمان نے انہیں دھوکہ دیا ہے، کہنے لگے کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نعیمان کو میں اس ڈنڈے سے

ماروں گا، حضرت نعیمان کافی دنوں تک حضرت مخرمہ کے سامنے نہ آئے، جب اس قصہ کو چند مہینے گزر گئے تو ایک دن حضرت مخرمہ کے پاس آئے اور آواز بدل کر کہتے ہیں کہ کیا نعیمان پر کھائی گئی قسم پورا کرنا چاہتے ہو؟ حضرت مخرمہ نے کہا وہ ظالم کہاں ہے؟ حضرت نعیمان کہنے لگے ابھی میں آپ کو اس تک پہنچا دیتا ہوں، یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور تھا اور وہ مسجد میں کسی جگہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، حضرت نعیمان نے حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑا اور انہیں لے جا کر حضرت عثمان کے پیچھے کھڑا کر دیا اور کہا: یہی نعیمان ہے اور نماز پڑھ رہا ہے، چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب نماز پڑھتے تو خشوع وخضوع میں ڈوب جاتے اور انہیں اپنے دائیں بائیں کا احساس نہ ہوتا، چنانچہ حضرت نعیمان نے حضرت مخرمہ کو امیر المومنین کے پیچھے کھڑا کر دیا اور کہا کہ یہی نعیمان ہے، حضرت مخرمہ نے موقعہ کو غنیمت سمجھا کہ شکار سامنے ہے اور اپنی قسم پوری کرنے کے لئے ایک ڈنڈا حضرت امیر المومنین کو رسید کر دیا، یہ دیکھ کر لوگ چیخ پڑے کہ یہ تو امیر المومنین ہیں، تم نے یہ کیا کیا؟ امیر المومنین کو کیوں مار رہے ہو؟

حضرت مخرمہ بہت شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے کہ مجھے یہاں تک کون لایا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ وہ نعیمان ہی تو ہیں جو تمہارا ہاتھ پکڑ کر تمہیں یہاں لائے ہیں، حضرت مخرمہ بہت شرمندہ ہوئے اور عہد کیا کہ آج کے بعد نعیمان کے چکر میں کبھی نہیں آؤنگا ۔ لے { لے : الاصابہ: ۵۲۱۳، حضرت نعیمان کا تذکرہ }

عرض کرنے کا مقصد یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بھی کبھی کبھار مذاق کرتے تھے، لیکن عمومی طور پر ان کا مذاق محدود دائرے اور حدود شریعت میں ہوتا تھا، وہ مذاق ضرور کرتے تھے لیکن جب حقیقت کا موقعہ ہوتا تو مرد میدان بھی ہوتے تھے، جیسا کہ بکر بن عبداللہ بیان

کرتے ہیں کہ "كان اصحاب النبی صلی الله عليه وسلم يتبادحون بالبطيخ فاذا كانت الحقائق كانوا هم الرجال "[۲] {[۲]: الادب المفرد للبخاری:۲۶۶، بروایت عبداللہ بن بکر }

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تربوز کے چھلکے بطور مذاق ایک دوسرے پر پھینکتے تھے، پھر جب ذمہ داری کا معاملہ ہوتا تو وہی مرد میدان ہوتے تھے۔

مذاق کی جائز صورتیں:

مذاق کی جائز و ناجائز صورتیں کیا ہیں؟ ... جائز مذاق کی متعدد صورتیں ہوا کرتی ہیں:

{ا} **بے تکلف احباب سے مذاق:** مذاق کی ایک جائز صورت تو یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں سے مذاق کیا جائے یعنی جن کے ساتھ ہم اٹھتے بیٹھتے ہیں، کھیلتے کودتے ہیں، لکھتے پڑھتے ہیں، ایسے لوگوں سے مذاق کرنا جائز ہے، اس کی بعض مثالیں قریب ہی گزر چکی ہیں۔

{۲} **اهل وعیال سے مذاق:** جائز مذاق کی دوسری صورت یہ ہے کہ انسان اپنے بال بچوں کے ساتھ مذاق کرے اس سے متعلق دو ایک واقعات گزر چکے ہیں، نیز اس سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بہت مشہور ہے، آپ بیان کرتی ہیں کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھی، اس وقت میری عمر بھی کم تھی اور جسم پر گوشت بھی کم تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا: تم لوگ آگے بڑھ چلو، جب لوگ آگے بڑھ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا چلو ہم دونوں دوڑ لگاتے ہیں، [ا] {[ا]: اس قصہ میں ان لوگوں کے لئے عبرت ہے جن کی گھریلو زندگی باہر

کی زندگی سے کچھ مختلف نہیں ہوتی بلکہ گھر میں ایک مکمل ڈکٹیٹر کی شکل میں رہتے ہیں، سچ فرمایا آپ نے "خیر کم خیر کم لاهله انا خیر کم لاهلی "تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے لئے بہتر ہو اور میں اپنے اہل خانہ کے لئے بہتر ہوں، صحیح سنن ابن ماجہ:۱۵۸۲، بروایت ابن عباس } چنانچہ دونوں دوڑنے لگے چونکہ ابھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جسم ہلکا تھا، اس لئے وہ دوڑ میں آگے نکل گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خاموش رہ گئے لیکن جب کچھ سال گزر گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جسم بھاری ہو گیا تو اسی طرح کسی سفر میں آپ نے صحابہ کرام کو آگے بڑھ جانے کے لئے فرمایا ، چنانچہ وہ لوگ آگے بڑھ گئے، جب میدان خالی ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا چلو ہم دونوں دوڑ لگاتے ہیں، چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بدن اب بھاری ہو چکا تھا اس لئے وہ اس بار دوڑ میں پیچھے رہ گئیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے اور فرمایا: "هــذه بتــلــك "۲ {۲: مسند احمد:۲۶۴/۶، سنن ابو داود:۲۵۷۸، النکاح } یہ اس کے بدلے میں ہے،

یعنی ایک بار تم آگے نکل گئی اور دوسری بار میری جیت ہوئی، آپ لوگ ذرا دیکھیں کہ یہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اسلوب اختیار کیا جس سے حضرت عائشہ کے دل کو تسکین رہے، یعنی چلو ایک بار تم آگے بڑھ گئیں اور دوسری بار میں آگے بڑھ گیا، اس طرح ہم دونوں برابر ہو گئے،

غرض یہ کہ بال بچوں کے ساتھ مذاق جائز بلکہ بسا اوقات مستحب ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے سینے پر بیٹھاتے اور اپنی زبان نکال کر انہیں دکھاتے اور جب بچہ زبان کی سرخی دیکھ کر

ہنستا اور پکڑنے کی کوشش کرتا تو آپ اپنی زبان کو واپس اپنی جگہ پر کر لیتے، اس طریقہ سے بچہ بھی ہنستا اور آپ بھی ہنستے۔ [1] {[1]: شرح السنہ للبغوی: ۱۳/۱۸۰، اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۱۸۵، دیکھئے، الصحیحہ: ۷۰}

چھوٹے بچوں سے مذاق کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بیوی اور بچوں کے ساتھ مذاق جائز بلکہ مستحسن ہے، حتی کہ حدیثوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹے بچوں کے ساتھ خواہ اپنے بچے نہ ہوں مذاق کر لیتے تھے اور یہ بھی مذاق کی ایک جائز صورت ہے، جیسے استاذ اپنے شاگرد سے مذاق کرے، بڑا بھائی اپنے چھوٹے بھائی سے مذاق کرے، بستی اور محلے کے لوگ اپنے گاؤں اور محلے کے بچوں کے ساتھ مذاق کر لیں، چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس بن مالک کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہما کی زیارت کثرت سے کیا کرتے تھے، حضرت انس کا ایک چھوٹا بھائی تھا جسے ابوعمیر کہتے تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ان کے یہاں تشریف لے جاتے اس بچے کو ایک چھوٹے پرندے سے کھیلتا ہوا دیکھتے، ایک بار آپ تشریف لے گئے تو ابوعمیر کو غمگین پایا، ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ان کی کوئی چیز گم ہوگئی ہے، آپ نے دیکھا کہ آج وہ پرندہ ان کے پاس موجود نہیں ہے، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ مر گیا ہے، اس کے بعد سے آپ جب بھی حضرت ام سلیم کے پاس جاتے تو مذاق کے انداز میں ابوعمیر سے فرماتے: **"یا ابا عمیر ما فعل النغیر"** [2] {[2]: صحیح بخاری: ۶۱۹۲، ۶۲۰۳، الادب، صحیح مسلم: ۲۱۵۰، الادب، بروایت انس} اے بوعمیر نغیر [3] {[3]: بلبل کی شکل کا ایک پرندہ ہے بلکہ بعض لوگوں نے اسے بلبل ہی بتلایا ہے} کہاں گیا؟

اب یہاں مذاق کی ان صورتوں کا ذکر ہوتا ہے جو شرعا

جائز نہیں ہیں :

مذاق کی ناجائز صورتیں :

اب ہم یہاں مذاق کی بعض ان صورتوں کا ذکر کرتے ہیں جو ہمارے یہاں بکثرت رائج ہیں اور وہ جائز نہیں ہیں، ان میں سے کچھ تو صرف مکروہ ہیں اور کچھ ناجائز اور حرام ہیں، بلکہ بعض ناجائز مذاق تو ایسے ہیں جو نعوذ باللہ کفر کے درجے تک پہنچتے اور اسلام سے خارج کر دیتے ہیں، یہی وہ اہم نقطہ ہے جس کی طرف میں آپ لوگوں کو لانا چاہتا ہوں۔

{ا} اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کرنا : اگر کوئی شخص اللہ تعالی، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور احکام شریعت کے ساتھ مذاق کرتا ہے، یا مذاق اڑاتا ہے تو یہ حرکت اسے اسلام سے خارج کر دینے والی ہے، جسے قرآن مجید میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، بلکہ بعض ایسے عمل بھی ہیں کہ اگر کوئی شخص صرف مذاق میں وہ کام کرتا ہے تو حکم کے لحاظ سے وہ حقیقت متصور ہوتے ہیں، مثال کے طور پر نکاح، طلاق اور رجوع کرنا ہے، شریعت نے اس بارے میں کسی قسم کے مذاق کو جائز نہیں رکھا، اور ہمارے ماحول میں ان چیزوں سے متعلق مذاق عام ہے، بلکہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے لڑکے لڑکیاں تو بطور مذاق ایک دوسرے سے نکاح کرتے ہیں، ایسا کرنا سراسر غلط، ناجائز اور حرام ہے، بلکہ اگر ولی کی اجازت وغیرہ جیسی شرائط پائے گئے تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا، غرض یہ کہ ہماری یونیورسٹیوں وغیرہ میں یہ مذاق چلتا ہے سراسر غلط اور حرام ہے اور اس سے نکاح کے منعقد ہو جانے کا خطرہ ہے، سنن ابوداود اور سنن ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ثلاث جدهن جد و هزلهن جد، النكاح و الطلاق و الرجعة [۱] {[۱]سنن ابوداود:۲۱۹۴، الطلاق، سنن

الترمذی:۱۱۸۴،الصلاۃ }

تین کاموں میں مذاق بھی حقیقت ہے اور حقیقت بھی حقیقت ہے، نکاح کرنا،

طلاق دینا اور رجوع کرنا۔

کہنے کا مقصد یہ کہ اگر ہم آپ مذاق کررہے ہیں تو سوچیں کہ ہم کس کے بارے میں کررہے ہیں، ایسا مذاق قطعاً نہیں ہونا چاہئے جو شریعت کی نظر میں جائز نہ ہو، تو میں بات کررہا تھا، اس مذاق کی جو سب سے خطرناک ہے اور ہمارے اور آپ کے یہاں کثرت سے رائج ہے، یعنی اللہ اور اس کے رسول کے حوالے سے مذاق کرنا، اسی حکم کو سورہ براءت کی آیت نمبر:65، 66 میں واضح کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ (65) لاَ تَعْتَذِرُواْ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِن نَّعْفُ عَن طَآئِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُواْ مُجْرِمِينَ (66) **(سورہ التوبہ)**

(ترجمہ) اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنس بول رہے تھے، کہہ دیجئے کہ اللہ، اس کی آیات اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں، تم بہانے نہ بناو یقیناً تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے ہو۔

تفسیر و حدیث کی کتابوں میں ان آیتوں کا جو شان نزول بیان ہوا ہے اس سے اسکا حقیقی مفہوم سمجھنے میں مدد ملتی ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر اور کعب بن مالک وغیرہ کئی دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، غزوہ تبوک کے موقعہ پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ کچھ منافقین بھی تھے، وہ لوگ اپنی مخصوص مجلس میں گفتگو کررہے تھے جس میں یہاں تک کہہ گئے کہ محمد اور ان کے ساتھی یہ سمجھتے ہیں کہ قیصر و کسری]بنو اصفر [سے لڑنا عرب

سے لڑنے کے برابر ہے، کسی نے کہا کہ کل ہم دیکھیں گے کہ ان لوگوں کے ہاتھ کندھوں سے بندھے ہونگے اور ان کے اوپر سو سو کوڑے برس رہے ہوں، کوئی کہہ رہا تھا کہ یہ لوگ بس پیٹ کے پجاری ہیں، بات کرنے میں بہت جھوٹے اور جب لڑائی کا وقت آتا ہے تو سب سے پیچھے رہتے ہیں اور بڑے ہی بزدل ہیں، یہ لوگ بنو اصفر سے کیا لڑیں گے؟ جس وقت منافقین یہ باتیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے بارے میں کہہ رہے تھے تو ایک جاں نثار صحابی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ان کی باتوں کو سن رہے تھے، انہوں نے کہا تم لوگوں نے یہ بات جھوٹ کہی ہے، تم لوگ منافق ہو، میں جا کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دیتا ہوں، اسی دوران اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوگئی اور منافقوں کی اسی خباثت کی اطلاع بذریعہ وحی آپ کو دے دی گئی، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرت عمار بن یاسر کو بھیجا کہ جاؤ اور انہیں بتلا دو کہ "فلان و فلان قد امتحشوا او قد احترقوا "فلاں فلاں شخص جھلس گئے، جل گئے {یعنی ایسی بات کہی ہے کہ اس کی وجہ سے ان پر جہنم میں جھلسنا واجب ہو گیا ہے {اگر وہ لوگ انکار کرتے ہیں تو کہہ دینا کہ تم لوگ جھوٹ بول رہے ہو، اللہ تعالی نے تمہارے بارے میں آیت نازل فرما دی ہے: "وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَب "اگر تم ان سے پوچھو گے تو وہ کہیں گے کہ ہم لوگ صرف ہنسی مذاق کی باتیں کر رہے تھے "قُلْ أَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُون { "اس کے جواب میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ {آپ کہہ دیں کہ صرف اللہ اور احکام الہی اور اس کے رسول ہی مذاق کرنے کے لئے باقی رہ گئے ہیں کہ کوئی اور چیز مذاق کرنے کے لئے نہیں ملی۔ یہاں یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے باپ سے مذاق کرتا ہے تو پوری دنیا کے لوگ اسے بدتمیز

کہتے ہیں، ایک انسان اپنے بڑے بھائی سے مذاق کرتا ہے تو لوگ اسے بے ادب کہتے ہیں، چہ جائے کہ کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول سے مذاق کرے یہ تو بہت ہی بڑی گستاخی اور خطرے کی بات ہوگی، اسی لئے تمام علماء امت اور ائمۂ دین اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالی، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور احکام شریعت کا مذاق اڑاتا ہے یا صحابۂ کرام اور علمائے دین کا مذاق اس لئے اڑاتا ہے کہ یہ لوگ دین پر عامل ہیں تو ایسا شخص اسلام کے دائرے سے خارج ہے، اس سے توبہ کرائی جائے، اگر وہ توبہ سے انکار کرتا ہے تو اسے قتل کردیا جائے گا، اس لئے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے اور اسے غور سے سننا چاہئے کہ ٹخنے سے اوپر کپڑے کا مذاق اڑانا، داڑھی کا مذاق اڑانا، پردے کا مذاق اڑانا وغیرہ بڑے خطرے والا کام ہے، لیکن بدقسمتی سے آج یہ چیزیں ہمارے ماحول میں عام ہوچکی ہیں، کوئی کہتا ہے کہ فلاں مولوی کی داڑھی بکرے جیسی ہے، فلاں کو تو پورا کپڑا ہی دستیاب نہیں ہے، یہ اور اس قسم کی سیکڑوں باتیں عام طور پر لوگ کہہ دیتے ہیں، خاص کر ہم لوگ یہاں سعودی عرب میں "هيئة الامر بالمعروف و نهي عن المنكر "کے شعبے میں کام کرنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں، کوئی انہیں اللہ کی پولیس کا نام دیتا ہے، کوئی انہیں جھاڑو والا کہتا ہے۔ سوچیں یہ باتیں کس قدر خطرناک ہیں، بعض لوگ عورتوں کے پردے کا مذاق اڑاتے ہیں، بعض لوگ حقارت سے دین کے پابند لوگوں کو صوفی صاحب اور ملا جی کہتے ہیں، اسی طرح ہمارے یہاں کا دین سے آزاد ذہن جو اپنے کو تہذیب یافتہ کہتا ہے اور بدقسمتی سے اخبارات وصحافت پر بھی انہیں کا قبضہ ہے وہ لوگ ایسے ایسے کارٹون شائع کرتے ہیں جس سے دین اور اہل دین کی تحقیر ہوتی ہے، بلکہ فلموں اور ڈراموں میں عام طور پر دین اور اہل دین کا کھلم کھلا مذاق اڑایا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس قسم کے مذاق خطرناک اور کفر ہیں، یہاں ایک واقعہ ذکر کررہا ہوں، جسے میں نے بعض عقیدہ کی کتابوں میں پڑھا تھا۔

ایک مولوی صاحب راستے میں کسی عطار کے یہاں کچھ دیر کے لئے بیٹھ گئے اور جب جانے لگے تو اپنی فقہ کی کتاب جوان کے ہاتھ میں تھی بھول کر چلے گئے، کچھ دیر کے بعد جب کتاب یاد آئی تو دوبارہ عطار کی دوکان کی طرف واپس ہوئے، لیکن کتاب وہاں پر نہ ملی، عطار سے جب پوچھا تو کہنے لگا: یہاں کوئی کتاب تو نہیں ملی البتہ ایک آری ضرور ملی ہے۔ اس فقیہ نے کہا کہ اللہ کے بندے میں تو یہاں کتاب چھوڑ کر گیا تھا، آری بھول کر نہیں گیا تھا، لیکن عطار اس بات پر بضدر ہا کہ یہاں مجھے ایک آری ملی ہے، کوئی کتاب نہیں ملی، فقیہ نے عطار کے مقصد کو سمجھنے کی کوشش کی تو عطار نے بتلایا کہ آری سے لکڑی کاٹی جاتی ہے اور اس کتاب کے ذریعہ تم لوگوں کی گردنیں کاٹتے ہو، کیونکہ قصاص وغیرہ کا حکم اسی کتاب سے معلوم کیا جاتا ہے، گویا عطار نے دین کی کتاب کو آری سے تشبیہ دی، عطار نے تو یہ بات مذاق میں کہی تھی لیکن فقیہ کو یہ بات پسند نہ آئی اور دونوں کا آپس میں اختلاف ہوا اور معاملہ جھگڑے تک پہنچ گیا، جب دونوں قاضی کے سامنے پیش ہوئے تو قاضی نے فیصلہ دیا کہ عطار سے توبہ کرائی جائے اور اگر توبہ نہیں کرتا تو اسے ارتداد کے جرم میں قتل کردیا جائے کیونکہ اس نے احکام شریعت کے مذاق اڑایا ہے۔

بات کا خلاصہ یہ کہ معاملہ بڑا ہی خطرناک ہے، اس سے کوئی یہ مفہوم نہ لے کہ اہل علم اور مولوی حضرات سے غلطی نہیں ہوتی، ہمیں ان کی غلطیوں سے انکار نہیں، مقصد یہ ہے کہ ان کی غلطیوں یا ان میں بعض کی غلطیوں کو لے کر پوری قوم و جماعت کو بدنام کرنا ان کا مذاق اڑانا اور ان کے مذاق کو دینی احکام اور شرعی قانون کے مذاق کا ذریعہ بنالینا قطعا جائز نہیں

ہے بلکہ حرام اور کفر ہے جس کی وجہ سے انسان شریعت سے خارج ہو جاتا ہے۔

[۲] مذاق میں گناہ کرنا :

ناجائز مذاق کی دوسری صورت یہ ہے کہ مذاق میں گناہ کا کام کرنا. یہ بھی بہر صورت ناجائز ہے، جیسے مذاق میں گالیاں دینا، مذاق میں کسی کی چیز چرالینا ،شریعت میں اس سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت سائب بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"لا یأخذن احدکم متاع اخیه جادا و لا لاعبا "

[۱ : الادب المفرد:241،سنن ابوداود: 5003،مسند احمد:221/1]

کوئی اپنے بھائی کا مال]بغیر اس کی رضامندی کے]نہ تو سنجیدگی سے لے اور نہ ہی مذاق میں لے۔

بسا اوقات ایک شخص کسی کے مال کو مذاق مذاق میں چھپالیتا ہے، مذاق میں اٹھانے والے کی نیت بعد میں بدل جاتی ہے اور وہ قبضہ جما کر بیٹھ جاتا ہے اس طرح وہی چیز چوری میں بدل جاتی ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث سنن ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت ابوسعید الخذری سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو کسی مہم پر بھیجا اور اس کی امارت عبد اللہ بن حذافہ نامی ایک صحابی کو سونپی ،حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ بہت مذاق کرتے تھے، چنانچہ ایک جگہ پڑاو کے دوران انہیں مذاق سوجھا اور اپنے ساتھیوں سے کہا: تو لوگ جانتے ہو کہ میں تمہارا امیر ہوں، لوگوں نے اقرار کیا کہ آپ ہمارے امیر ہیں، انہوں نے کہا تو جو بات میں کہوں گا اسے مانو گے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ آپ ہمارے امیر ہیں اس لئے آپ جو بات کہیں گے ہم اسے ماننے کے لئے تیار ہیں، اتفاق سے وہ سردی کا موسم تھا، صحابہ

کرام لکڑیاں جلا کر سینک رہے تھے، حضرت عبد اللہ بن حذافہ کہنے لگے کہ میں حکم دیتا ہوں کہ آگ میں کود جاؤ، وہاں موجود صحابہ میں سے بعض تو آگ میں کودنے کے لئے تیار ہو گئے اور کچھ لوگوں نے انکار کیا اور کہا کہ آگ ہی سے بچنے کے لئے تو ہم ایمان لائے ہیں، اس لئے آگ میں ہم کیوں کودیں، اس طرح صحابہ میں اختلاف ہو گیا اور کوئی بھی آگ میں نہیں کودا، پھر حضرت عبد اللہ بن حذافہ کہنے لگے کہ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ جب واپسی پر لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا قصہ سنایا تو آپ نے فرمایا: "من امر کم منهم بمعصية الله فلا تطيعوه " [: سنن ابن ماجہ: 2863، الجہاد، دیکھئے الصحیحہ: 2324]

اگر کوئی امیر اللہ تعالی کی نافرمانی کا حکم دے تو اس کی بات مت مانو۔

چونکہ اپنے آپ کو آگ میں جلانا نافرمانی ہے اس لئے نہ تو اس میں امیر کی اطاعت جائز ہے اور نہ ہی ایسی باتوں میں مذاق کرنا جائز ہے۔

اسی طرح ایک بار صحابہ کرام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے، ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، ایک صحابی اپنا سامان سر کے نیچے رکھ کر سو گئے، کسی دوسرے صحابی نے چپکے سے ان کی تیر و کمان لے لی، وہ اچانک بیدار ہوئے اور گھبرا گئے، شاید یہ سمجھے ہوں کہ کسی دشمن یا چور نے ان کا سامان لے لیا ہے]لوگ ان کی یہ کیفیت دیکھ کر ہنس پڑے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنسنے کا سبب پوچھا، لوگوں نے جواب دیا کہ فلاں کے تیر و کمان کو ہم لوگوں نے چھپا لیا تھا جس سے وہ گھبرا گیا، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لا يحل لمسلم ان يروع مسلما " [: سنن ابوداود: 5004، الادب، مسند احمد: 5/362، بروایت بعض صحابہ رضی اللہ عنہ]

کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ کسی مسلمان کو خوف زدہ کرے۔

مذاق میں جھوٹ بولنا :

ناجائز مذاق کی تیسری صورت یہ ہے کہ مذاق میں جھوٹ بولے، بلکہ کوشش یہ ہونی چاہئے کہ مذاق میں بھی انسان سچ ہی بولا کرے کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنسانے کے لئے جھوٹ بولنے سے سختی سے منع فرمایا ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے: "ویل للذین یحدث فیکذب لیضحك به القوم ویل له ثم ویل له " [مسند احمد: 5/3، مستدرک الحاکم: 1/46، بروایت معاویہ بن حیدہ]

اس شخص کا برا ہو جو جھوٹ بول کر لوگوں کو ہنساتا ہے اس کا برا ہو اس کا برا ہو۔

اسی لئے آپ لوگ ملاحظہ کریں گے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مذاق کیا ہے اور بار بار مذاق کیا ہے لیکن آپ کا مذاق سچ اور حق ہی رہا ہے، اس کی بعض مثالیں گزر بھی چکی ہیں، ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں، اس سلسلے میں ایک بار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول آپ بھی ہم لوگوں سے مذاق کرتے ہیں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: "نعم غیر انی لا اقول الا حقا " [مسند احمد: 2/340، سنن الترمذی: 1991، البر، دیکھئے مختصر الشمائل: 126]

ہاں میں مذاق کرتا ہوں لیکن مذاق میں بھی سچ ہی بولتا ہوں۔

کثرت سے مذاق : مذاق کے سلسلے میں ایک اور چیز ہے جس کا لحاظ بہت ضروری ہے کہ کثرت مذاق نہیں ہونا چاہئے، بلکہ مذاق کی مثال اس طرح ہونی چاہئے جیسے کھانے میں نمک، کہ اگر کھانے میں نمک نہ رہا تو کھانا بے لذت اور زیادہ ہوگیا تو کھانا، ناقابل استعمال ہے، ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ انسان کی زندگی میں مذاق ہی مذاق رہے، عربی

کامقولہ ہے: "المزاح فی الکلام کالملح فی الطعام " یعنی گفتگو میں مذاق کھانے میں نمک کی طرح ہے۔

آج ہمارے یہاں یہ بیماری بہت عام ہوگئی ہے، بلکہ ایک فن کی شکل اختیار کر گئی ہے جس کا نتیجہ ہے کہ آج بازروں میں چٹکلوں اور لطیفوں کی کتابیں اور کیسٹیں ملتی ہے اور لوگ انہیں بڑی دلچسپی سے سنتے اور اہتمام سے خریدتے ہیں ، حالانکہ اتنا اہتمام قرآن اور تقریروں کی کیسیٹوں کا نہیں کرتے ، اور ایسا کرنا شریعت کی نظر میں سخت ناپسندیدہ ہے بلکہ مذاق صرف اتنا ہی ہونا چاہیئے جتنا کھانے میں نمک ہوتا ہے، کیونکہ کثرت مذاق سے انسان بسا اوقات ناجائز مذاق تک پہنچ جاتا ہے، اور اس لئے بھی کہ جب ایک شخص کثرت سے مذاق کرے گا تو زیادہ ہنسے گا اور جب زیادہ ہنسے گا تو اس کا دل مردہ ہو جائے گا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ "ایاك و كثر الضحك فانه يميت القلوب ويذهب بنور الوجه" [1] [1] صحیح ابن حبان[صحیح الترغیب:۹۲/۳] بروایت ابوذر]

زیادہ ہنسنے سے بچو کیونکہ زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتے ہیں، اور چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے۔

مجھے امام غزالی رحمہ اللہ کی یہ بات بہت اچھی لگی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: "من كثر ضحكه قلت هيبته و من مزح استخف به الناس "

[1] [1] احیاعلوم الدین،۱۳۷/۳]

جو زیادہ ہنستا ہے اس کی ہیبت اور لوگوں کے دل سے اس کا خوف جاتا رہتا ہے اور جو شخص مذاق کو اپنی عادت بنالیتا ہے لوگوں کے نزدیک اس کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے، اسی لئے امام غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بعض حدیثوں میں جہاں مذاق سے منع کیا گیا ہے تو اس سے

مراد مذاق کرنے میں افراط سے کام لینا اور اسے اپنا شیوہ بنالینا ہے۔ لے (احیاء العلوم: ۱۳۶/۳، ۱۳۷) {اس معنی میں سنن الترمذی کی وہ حدیث ہے "لا تمار اخاك ولا تمازحه "الحدیث، سنن الترمذی: 1995، البر، بروایت ابن عباس] اپنے بھائی سے

مذاق کرنا جائز اور مذاق اڑانا نا جائز :

مذاق کے سلسلے میں ایک اور بات رہ جاتی ہے جو سراسر نا جائز اور حرام ہے وہ مذاق اڑانا ہے، جسے تمسخر اور استہزا کہا جاتا ہے یعنی خواہ وہ شخص چھوٹا ہو یا بڑا کسی کا بھی مذاق اڑانا جائز نہیں ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالی نے بڑے واضح اور صریح لفظوں میں اس غلط حرکت سے امت کو منع کیا ہے، سورۂ الحجرات میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا یَسْخَرْ قَومٌ مِّن قَومٍ عَسَی أَن یَكُونُوا خَیْراً مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَی أَن یَكُنَّ خَیْراً مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِیْمَانِ " [سورالحجرات: 11]

اے ایمان والو ! کوئی جماعت کسی جماعت کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے کہ یہ اس سے بہتر ہو، اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ کسی کو برا لقب دو، ایمان کے بعد فسق برا نام ہے۔

کیونکہ جب کوئی کسی کا مذاق اڑاتا ہے تو وہ اسے اپنے سے کم تر اور حقیر سمجھتا ہے، جب کہ کسی کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالی کے نزدیک افضل اور بہتر کون ہے ۔۔۔ سچ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے:....... التقوی ھھنا و یشیر الی صدرہ ، ثلاثا مرار ، بحسب امرئی من الشر أن یحقر أخاہ المسلم۔ (صحیح مسلم: ۲۵۶۴، البر والصلۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین بار فرمایا:

تقوی یہاں [دل میں] ہے اور کسی شخص کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر کہے۔

زاہد نگاہِ کم سے کسی رند کو نہ دیکھ
شاید کہ اس کریم کو تو ہے کہ وہ پسند

اسی طرح جب کوئی کسی کا مذاق اڑاتا ہے تو اپنے اندر کبر اور بڑا پن کا جذبہ لئے ہوتا ہے، اور معلوم ہے کہ کبر وغرور کو اللہ تعالی نے حرام و ناجائز بلکہ گناہ کبیرہ قرار دیا ہے، چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر وغرور ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

یہ وعید صحابۂ کرام کے نزدیک بہت بڑی تھی اسی لئے اسے سن کر وہ کانپ اٹھے اور ایک صحابی بول اٹھے: اے اللہ کے رسول آدمی کو یہ پسند ہے کہ اس کا جوتا دوسروں کے جوتوں سے افضل رہے اور اس کا کپڑا دوسروں کے کپڑوں سے افضل رہے [تو کیا یہ بھی کبر وغرور میں داخل ہے؟] آپ نے فرمایا: یہاں جس کبر کی بات ہو رہی ہے وہ یہ نہیں ہے بلکہ اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے حقیقی کبر وغرور یہ ہے کہ "**بطر الحق و غمط الناس** " [1] [1] صحیح مسلم وسنن الترمذی، صحیح الترغیب: ۳/۱۰۷، ۱۰۸] بروایت عبداللہ بن مسعود]

حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو اپنے سے حقیر اور کمتر سمجھنا۔

خاتمہ :

عزیزان گرامی ! خلاصہ یہ کہ مذاق کا موضوع ایک بڑا اہم موضوع ہے جس کے بارے میں حدود وشرع کا پاس ولحاظ ضروری ہے، اگر ان حدود کو ملحوظ نہ رکھا گیا تو کبھی بھی

مذاق ناپسندیدہ، کبھی حرام اور نعوذ باللہ کفر تک پہنچا دے گا۔ بڑے اختصار کے ساتھ وہ حدود و ضابطے یہ ہیں:

[۱] مذاق اللہ کے ساتھ، احکام الٰہی کے ساتھ اور سنت رسول کے ساتھ نہیں ہونا چاہئے۔

[۲] مذاق میں کسی کو تکلیف نہیں پہنچانی چاہئے۔

[۳] وہ مذاق، جھوٹ، غیبت اور چوری وغیرہ جیسے ناجائز کام پر مشتمل نہ ہو۔

[۴] مذاق میں زمان و مکان اور افراد و اشخاص کا لحاظ رکھا جائے۔

[۵] حد معقول سے تجاوز نہ کیا جائے۔

ان شروط کو مدنظر نہ رکھا گیا تو مذاق کرنا مشروع نہ ہوگا۔

والله أعلم، وصلى الله على نبينا محمد و على آله وصحبه وسلم تسليما كثيرا.

ختم شدہ

مطابع الحميضي، هاتف: ٤٥٨١٠٠٠، فاكس: ٤٥٩٢٢١٧